© rasailojaraid.com

پیدا کرلیں یا ان میں جو ان لوگوں کی طرف ولاء یا حلف کی وجہ سے منسوب ہوں۔ اس میں اہم بات اس برتاؤ کا سمجھنا ہے جو ایک خاندان کے افراد کے درمیان میں ہوتا ہے کیوں کہ نسب تو ایک وہمی رشتی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نفع اسی برتاؤ اور اتفاق اور باہمی امداد میں ہے۔ انساب میں تو سرالی تعلق، رولاء، تحالف اور استرقاق سے خلط ملط ہو جایا کرتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص ضعیف النسب کسی بلند پایہ قبیلہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں خالص غیر مخلوط نسب تو صرف متوحشین (یعنی شہر سے دور رہنے والوں) میں عرب کی صحراؤں میں پایا جاتا ہے یا ان میں جو انھیں کی طرح ہیں جیسے قوم بربر اور زنگ۔ بڑی عصبیت چھوٹی عصبیتوں کو ملا لیتی ہے اور جب تک ان متحدہ عصبیتوں میں ایک عصبیت بھی ایسی ہوتی ہے جس کا شرف اور تقدم اور تشکر تسلیم کر لیا گیا ہے تب تک اس عصبیت کو باقی عصبیتوں پر ضرور برتری حاصل رہتی ہے پھر جب وہ عصبیت جس میں برتری اور سرداری ہے کمزور ہو جاتی ہے تو باقی عصبتیں اس سے جھگڑا کرتی ہیں یہاں تک کہ ان میں جو عصبیت سب سے قوی ہوتی ہے وہ ابھر کر سردار بن جاتی ہے۔ اور عصبیت کا ثمرہ جاہ و حکومت و شرف ہے لیکن عموماً یہ چیزیں صرف چار پشت تک قائم رہتی ہیں کیوں کہ اس حاصل کردہ شرف کی انتہائی مدت ایک خاندان میں چار پشت ہے یہ اس وجہ سے کہ کسی عظمت کا بنیاد رکھنے والا اس مشقت کو جانتا ہے جو اس کی بنا کے قیام میں جھیلی گئی ہے اور وہ ان خصائل کی حفاظت کرتا ہے جو اس عظمت کے حصول و بقا کے اسباب ہیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا باپ ہی کے طریقہ کو اختیار کرتا ہے کیوں کہ اس نے اپنے باپ سے سب کچھ سنا اور سمجھا ہے لیکن اس میں وہ باپ سے گھٹا رہتا ہے کیوں کہ کسی چیز کا سننے والا دیکھنے والے سے عموماً کم تر رہتا ہے۔ پھر جب اس کے بعد تیسرا آتا ہے تو وہ محض تقلید کرتا ہے اس کا درجہ دوسرے سے بھی فروتر ہوتا ہے اور جب چوتھا شخص آتا ہے تو وہ پہلوں سے بہت کم ہوتا ہے اور وہ ان خصائل کو جو بنائے عظمت کی محافظ ہیں ضائع کر دیتا ہے پس وہ حکومت میں تساہل کرتا ہے، حقیقتِ عظمت کو کھو دیتا ہے اور کمزور ہو جاتا ہے تب اس پر وہ حملہ کرتا ہے جس کی عصبیت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اور جب کسی عصبیت سے حکومت جاتی رہتی ہے تو ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ پھر اس کی طرف لوٹ آئے۔

وحشی قومیں دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کی زیادہ قدرت رکھتی ہیں جب کہ وہ وحشی قوم اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مقابل جماعت تعداد میں اور قوتِ عصبیۃ میں تقریباً برابر ہوں کیوں کہ وحشی قومیں شجاع اور قوی ہوتی ہیں اور ان کا ملک عادتاً زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ لیکن وہ سیاستِ ملکی (راج نیتی) سے ناواقف ہوتی ہیں اس وجہ سے جن ملکوں پر وہ غلبہ حاصل کرلیتی ہیں وہ جلد ویران ہوجاتے ہیں اور ان کے باشندے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

۴۔ اجتماع حضری کی صورت پیدا ہوتی ہے اجتماع بدوی سے۔ اس میں آبادی وسیع ہوتی ہے، شہریت بارونق ہوتی ہے اور دولت کا نشوونما ہوتا ہے۔ جب کسی شخص کو سرداری ملتی ہے اور اس کی قوم برضا ورغبت اس کی اطاعت کرتی ہے گویہ ریاست بالعصبیۃ ہوتی ہے لیکن جب تابعدار بنانے کے لئے زبردستی ان پر غلبہ حاصل کیا جائے تو یہ "ملک" ہے اور عصبیت کا آخری مقصد ملک ہی ہوتا ہے کیوں کہ اصحابِ ریاست ریاست سے بالاتر چیز کی طمع کرتے ہیں۔ نیز بعض مطیع اور فرماں بردار سرداروں سے جھگڑے کو پسند کرتے ہیں۔ اور جب کسی عصبیت والے پر غلبہ اور حکومت حاصل کرلیتے ہیں اور مقابلہ وشکست سے بے خوف ہوجاتے ہیں تو وہ آرام طلب ہوجاتے ہیں، آسائش سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور بذات خود کاموں میں جانفشانی کرنے سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے ہیں اور افراد اور خاندانوں سے کام لینے پر اور ان کی فرماں برداری پر مجبور ہوتے ہیں اور اپنی پہلی عصبیت سے بے پرواہ ہوجاتے ہیں۔ جب وہ ایسا کرتے ہیں تو حکومت ضعف کے کنارے پر آجاتی ہے۔ ابن خلدون کی رائے ہے کہ کوئی غلبہ قائم نہیں ہوسکتا مگر عصبیۃ قویہ پر اور دعوتِ دینیہ بے شک حکومت کے بنیادیں قوت عصبیۃ پر مزید قوت بڑھادیتی ہے لیکن خود دعوتِ دینیہ بغیر عصبیت کے مکمل نہیں ہوتی۔

ابن خلدون خاندانوں کی عددی قیمت کو تسلیم کرتا ہے اور اعتقاد کرتا ہے کہ حکومت کی عظمت، اس کا پھیلاؤ اور اس کی حدود کی طوالت اس میں رہنے والوں کی نسبت سے کمی اور زیادتی سے ہوتی ہے اور اس کے باوجود ہر حکومت کے لئے ملکوں اور دیشوں سے ایک حصّہ ہوتا ہے کہ اس پر زیادتی نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح وہ ممالک کہ جہاں قبائل اور عصبیات کثیر ہیں وہاں کوئی حکومت مشکل ہی سے مستحکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں رایوں اور خواہشوں کا اختلاف ہوتا ہے اور ہر رائے اور خواہش کی پشت پر ایک عصبیت ہوتی ہے جو دوسری عصبیت کا مقابلہ کرتی ہے اس لئے حکومت پر ٹوٹنے کا دور دورہ ہوتا ہے اور ہر وقت بغاوت کا خطرہ رہتا ہے۔ اتنا اور سمجھ لیجئے کہ حکومتوں کی مثل اشخاص کے طبعی عمریں ہوتی ہیں اور ان کی بھی چار پڑھی ہوتی ہیں جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔

ابن خلدون کی رائے ہے کہ "جب بادشاہت ملتی ہے تو اس کے پیچھے آسائش اور احوال کی وسعت لگ جاتی ہے" اور حضارت تو نام ہی ہے آسائش میں طرح طرح کے تنوع پیدا کرنے اور اقسام نکالنے کا اور ان صنائع کو مضبوط کرنے کا جو آسائش کی صورتوں اور اس کے طریقوں میں مستعمل ہیں جیسے قسم قسم کی خوراک پوشاک اور عمارتیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضارت کا ڈھنگ بداوت کے ڈھنگ کے پیچھے آیا بہ ضرورت کیوں کہ آسائش حکومت کے پیچھے ہوتی ہے۔ اور اہلِ حکومت ہمیشہ حضارت کے ڈھنگ میں اور اس کے احوال میں پیشرو حکومت کی تقلید کرتے ہیں۔ حکومت کے شروع میں تو یہ آسائش حکومت میں قوت بڑھاتی ہے کیوں کہ اس کے اہل میں اور نسل بڑھانے میں اور اس کے آثار کی عظمت میں مثلاً شہروں کے بنانے میں اور بلند عمارتوں کی تعمیر میں اور علم کے قوی کرنے میں زیادتی ہوتی ہے لیکن بالآخر یہی چیزیں حکومت کے کندھے پر بارِ گراں ہو جاتی ہیں تب ارکینِ سلطنت اپنی عصبیات والوں سے ڈرتے ہیں۔ مجبور ہو کر پردیسی غلاموں کے احسان کی طرف پناہ ڈھونڈتے ہیں کیوں کہ یہ مذکورین پہلے تو نہایت عاجزی اور آقاؤں کی فرماں برداری کرتے ہیں لیکن جب وہ کثیر تعداد میں ہو جاتے ہیں اور ان کی قوت بڑھ جاتی ہے تو وہ ملک پر وبال ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات بادشاہ پر حاوی ہو جاتے ہیں اور اس کے اختیار کو سلب کر کے اپنی خواہش کے مطابق امور جاری کرتے ہیں تو حقیقت میں بادشاہت انھیں کی ہوتی ہے اور بادشاہ مجازی طور پر بادشاہ کہہ دیا جاتا ہے۔ پھر ابن خلدون ملک کی حقیقت کو واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ ہر اجتماعِ انسانی کے لئے ایک ناظم یا حاکم کی حاجت ہوتی ہے جو عدل قائم کرے لوگوں کو ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکے" اور ملک تو درحقیقت اس کے لئے ہوتا ہے جو رعایا کو غلام بنائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جرمانہ میں مال وصول کرے اور فوجوں کو دشمن سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے اور ان بری و بحری سرحدوں کی محافظت کرے جس سے دشمن کے آجانے کا خطرہ ہو اور اس کے اوپر کوئی حاکم بالادست نہ ہو۔ اور رعیت کی درستی بادشاہ کی ذات یا جسم میں مثلاً اس کی خوب صورتی یا چہرے کی ملاحت یا جسم کے لمبے چوڑے ہونے میں یا اس کے علم کی وسعت میں نہیں ہے بلکہ رعیت کی درستی تو اس میں ہے کہ ان کا بادشاہ ان پر مہربان ان کا خیر اندیش ہو کیوں کہ اگر بادشاہ سخت مزاج سزاؤں میں سخت گیر لوگوں کے عیوب کا متجسس ان کے جرموں کو شمار کرنے والا ہو گا تو رعیت کے قلوب میں اس کا خوف بیٹھ جائے گا اور وہ احساسِ کمتری و ذلت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کی سختی سے بچنے کے لئے وہ جھوٹ مکر و فریب اختیار کریں گے اور ان باتوں کے خوگر ہو جائیں گے ان کی عقلیں خراب ہو جائیں گی اور لبسا اوقات میدانِ جنگ میں اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ لبسا اوقات ایسی صورت میں رعیت بادشاہ کو قتل کر ڈالنے پر متفق الرائے ہو جاتی ہے اور حکومت کے عموماً پانچ حالات ہیں۔ (جو درحقیقت وہ چار ہیں)

(ا) سرکشی کے ذریعہ سے غلبہ اور حکومت پانے میں کامیابی کا حال (ب) حال استقلال اور انفراد کا حکومت میں اور دوسرے دعویٰ کرنے والوں کی مدافعت کا۔ پھر (ج) حال فراغت کا اور راحت کا حکومت کے ثمرات حاصل کرنے کے واسطے بعد اس کے کہ بادشاہ کو دشمنوں کے مقابلہ سے امن حاصل ہو گیا اور رعیت نے فرماں برداری کا عہد کر لیا۔ پھر (د) حال قناعت کرنے کا اپنی ملک پر اور دشمنوں اور مخالفوں سے مصالحت کا اور حکومت میں اپنے سے پہلی حکومت کی تقلید کا۔ اور یہیں سے سلطنت کے ضعف کی ابتدا ہوتی ہے پھر (ہ) حال اسراف اور فضول خرچی کا اور خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف مائل ہونے کا اور بد خصلت مصاحبوں پر احسان کرنے کا اور امورِ سلطنت سے غافل رہنے کا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کی قوم اور اس کی رعیت کے بڑے لوگ اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور اس سے کینہ رکھتے ہیں لہٰذا اس کی فوج اور اس کی آمدنی فاسد ہو جاتی ہے اور اس کا امر مختل اور اس کا ملک زوال پذیر ہو جاتا ہے۔

باقی آئندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُستاذ کرد علی

۱۸۷۶ ۱۹۵۳

(جناب شیخ نذیر حسین صاحب ایم اے (لاہور)

اُستاذ کرد علی جنھوں نے ساٹھ سال تک عربی زبان و ادب کی خدمت کی تھی گذشتہ سے پیوستہ سال ۷۷ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

ان کا دادا ایک کردی تاجر تھا جس نے عراق سے آکر دمشق میں اقامت اختیار کر لی تھی ان کے باپ نے حسبرین نامی گاؤں میں ایک چھوٹی سی زمینداری خرید لی تھی اور قفقاز کی رہنے والی ایک چرکی النسل خاتون سے جو ایک اعلیٰ گھرانے سے تعلق رکھتی تھی شادی کر لی تھی۔

کرد علی ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے ان کا باپ اگرچہ ان پڑھ تھا لیکن اس نے اپنے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ کرد علی کو بچپن میں مطالعہ کا بے حد شوق تھا، وہ تمام رات مطالعہ میں گزار دیتے تھے۔ انھوں نے ۱۸۹۲ء میں مدرسہ ثانویہ سے فراغت حاصل کی اس وقت شام کے سرکاری مدارس میں ذریعہ تعلیم ترکی زبان تھی اور فرانسیسی زبان بھی لازمی طور پر پڑھائی جاتی تھی اس کے علاوہ کرد علی نے اپنے شہر کے مشہور علما شیخ محمد مبارک۔ سید سلیم بخاری اور شیخ طاہر الجزائری سے بھی اکتساب علم کیا تھا جس کی وجہ سے ان کا ادبی ذوق بہت ترقی کر گیا۔ کرد علی عمر بھر شیخ طاہر الجزائری کے مداح اور ثناخواں رہے۔

صحافت

۱۸۹۲ - ۱۹۱۸

کرد علی زمانۂ تعلیم ہی میں اخبارات کے لئے مضامین لکھا کرتے تھے ۱۸۹۷ء میں جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ان کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی انھوں نے "الشام" کی ادارت قبول کرلی۔ یہ پہلا اخبار تھا جو دمشق سے ہفتہ میں ایک بار شائع ہوتا تھا کرد علی نے تین سال تک اس اخبار میں کام کیا اس کے علاوہ وہ مصر کے اخبارات اور رسائل کے لئے بھی لکھا کرتے تھے۔ ان دنوں مصر کا مشہور ماہانہ رسالہ المقتطف نیا نیا نکلا تھا اس کے مالک نے رسالہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر ایک مدیر معاون کی ضرورت محسوس کی اور اس ضرورت کا اظہار امیر شکیب ارسلان سے کیا تو انھوں نے کرد علی کا نام پیش کر دیا اس رسالہ میں کرد علی نے پہلا مقالہ "اصل الوہابیہ" کے نام سے لکھا جو بعد ازاں مصر کے علمی حلقوں میں مقبول ہو کر ان کی شہرت کا ذریعہ بنا۔

فرانس کی سیر و سیاحت کا شوق مدت سے ان کے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا انھوں نے فرانسیسی ادب کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ وہ وہاں کے علماء، ادبا اور فلاسفہ سے ملنا چاہتے تھے جو اس وقت کی ادبی اور ثقافتی دنیا پر حکمراں تھے ۱۹۰۱ء میں وہ شام سے سیر و سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے راستہ میں قاہرہ پڑتا تھا جہاں وہ چند دنوں کے لئے اپنے قدیم دوست سید رشید رضا صاحب المنار سے ملنے کے لئے ٹھہر گئے۔ سید رشید رضا نے اصرار کیا کہ وہ ایک مصری اخبار "الرائد المصری" کی ادارت قبول کرلیں جو ہفتہ میں دو بار نکلا کرتا تھا۔ سید رشید رضا کی وساطت سے کرد علی کی رسائی مفتی محمد عبدہ تک ہوئی جو ان دنوں جامع ازہر کے رواق عباسی میں کلام پاک کی تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔ کرد علی نے ان کی عام اور نجی صحبتوں سے بہت فائدہ اٹھایا اور وہ ان کے تعلیمی اور اصلاحی خیالات کے عمر بھر مؤید رہے اس کے علاوہ ان کے دوستانہ تعلقات قاسم امین۔ فتحی زغلول جرجی زیدان۔ مصطفیٰ کامل۔ سلیمان البستانی اور احمد تیمور سے بھی قائم ہو گئے جو ان کی وفات تک استوار رہے۔

چند ماہ بعد انھیں دمشق واپس جانا پڑا لیکن ترکی استبداد اور حاسدوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریشہ دوانیوں کی وجہ سے بہت جلد مصر آنا پڑا۔ یہاں آکر وہ المویدؔ کے اسٹاف میں شامل ہو گئے۔ اس وقت المویدؔ کی بڑی شہرت تھی اور وہ عالمِ اسلام کا ترجمان سمجھا جاتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنا مشہور علمی رسالہ المقتبس بھی جاری کیا جس میں فرانسیسی ادیبوں کے نتائجِ افکار کے تراجم اور قدیم عربی کتب شائع کی جاتی تھیں یہ رسالہ قدیم اور جدید خیالات کا حامل اور مشرقی اور مغربی تہذیبوں کا سنگم تھا۔

۱۹۰۸ء میں عثمانی انقلاب کے بعد جب قانونِ اساسی کا اعلان ہوا تو کرد علی واپس وطن چلے آئے۔ یہاں آکر انھوں نے المقتبس کے نام سے روزانہ اخبار جاری کیا جس میں رفیق المعظم۔ عبد القادر المبارک۔ معروف الرحمانی۔ زہاوی۔ شوقی وغیرہ کے مضامین اور نظمیں بالالتزام شائع ہوا کرتے تھے، ترکی حکومت اس اخبار کی اشاعت کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کرسکی۔ اخبار بند کر دیا گیا اور کرد علی نے ملک چھوڑنے میں عافیت سمجھی، ۱۹۰۹ء میں وہ لبنان ہوتے ہوئے فرانس پہنچ گئے وہاں کی تاریخی عمارتوں۔ درسگاہوں۔ علمی اداروں اور کتب خانوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ وطن واپس آئے تو انقلابی خیالات و افکار اُن کی زبان و قلم پر تھے۔ اس سے پہلے ان کے دوست جرجی زیدان نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ سیاست سے یکسر دست بردار ہو کر علمی اور تحقیقی زندگی اختیار کرلیں یہ نصیحت ان کے دل میں گھر کر گئی اس وقت جب کہ ان کی عمر چالیس سال کے قریب تھی ان کو خیال آیا کہ ملک شام کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ لکھی جائے جس کے لئے ضروری تھا کہ یورپ کا سفر کیا جائے اور وہاں کے کتب خانوں میں اسلامی تاریخ پر جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں ان سے استفادہ کیا جائے روما میں امیر کا تیانی کا کتب خانہ عربی نوادرات کے لحاظ سے بے نظیر ہے جہاں وہ دو ماہ تک خطوط الشام کے لئے مواد جمع کرتے رہے اٹلی سے وہ سوئٹزرلینڈ گئے اس علمی سفر کے مشاہدات انھوں نے "غرائب الغرب" میں سپرد قلم کئے ہیں، ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء

© rasailojaraid.com